© rasailojaraid.com

بارات

پروفیسر نوید احمد قریشی

قیامت کے اس دل دہلا دینے والے آخری زلزلے سے پہلے جب ہر طرف چھوٹی بڑی قیامتیں برپا ہوں، جب عام انسانوں کی حیثیت حشرات کے برابر رہ جائے، جب زندگیوں کا تلف کرنا معمول بن جائے، جب عزتیں لوٹنا مشغلہ بن جائے، جب غنڈوں، بدمعاشوں اور لٹیروں کی سرداری قبول کرنا مجبوری ٹھہرے، جب عریانی، بے حیائی اور بے غیرتی روشن خیالی کی علامتیں تصور کی جانے لگیں، جب مظلوموں کی بستیوں میں بیٹھ کر قہقہے بلند کرنا زندہ دلی گردانی جانے لگے، جب دین سے لگاؤ رکھنے والوں کو فرقہ واریت میں پھنسا کر فساد کا بازار گرم کر دیا جائے، جب چمن کے ہر درخت پر الو اور الٹی لٹکتی خونی چمگادڑیں بسیرا ڈال لیں، جب بہار کے گیت اور خوشی کے نغمے سنانے والی بلبلیں سہم کر خزاں رسیدہ جھاڑیوں میں پناہ لینے لگیں اور جب اندھیری رات کی سیاہی سانپ کی طرح پھنکارتی ہوئی اس ستم رسیدہ دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے بڑھنے لگے..... کیا اہل دل اس حال میں بھی اس دنیا سے دل لگی کر سکتے ہیں۔ سید محمد ذوالکفل بخاریؒ اس چمن کی ایک دلفریب اور خوبصورت بلبل تھے۔ صاحبِ فراست اور اہلِ دل میں سے تھے۔ انتقال سے چند روز پہلے اپنے دوستوں سے فرمایا ''اس دنیا میں جینا دوبھر ہو گیا ہے.....میں ایمان کی سلامتی کے ساتھ جلد سے جلد رخصت ہو جانا چاہتا ہوں''

''عزیزیہ'' سے ''عرفات'' جانے والی شاہراہ اپنے اندر ایک پراسرار خاموشی لیے ہوئے ہے۔ اُمّ القریٰ یونیورسٹی کے ''عابدیہ'' کیمپس جانے والے رش سے محفوظ رہنے کے لیے اکثر اِسی شاہراہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ لیکن کس کو معلوم تھا کہ حاجیوں کو عرفات کے عظیم میدان میں لے جانے والی یہ مقدس شاہراہ چھپ کر کسی سوار سے محبت بھی کرتی ہے۔ بخاری صاحب یونیورسٹی کے لیکچرز سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت اپنی سرخ رنگ کی خوبصورت دلہن جیسی گاڑی میں اِسی شاہراہ میں داخل ہو رہے تھے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ اہلِ نظر اور اہلِ عقل شاید اِسے حادثہ سمجھیں، لیکن حقیقت میں یہ ایک واقعہ تھا۔ جو چیز دو چاہنے والوں کو ہمیشہ کے لیے اکٹھا کر دے، وہ حادثہ نہیں کہلاتی۔ اس سوار نے اس مقام کی کتنی تمنا کی تھی، کتنا تڑپا تھا، اور اِس مقدّس مقام کی زمین نے محبّت کی جانچ کے لیے اسے کتنی آزمائشوں سے گزارا تھا۔ دونوں ہی حقیقت میں ایک دوسرے کے طالب اور مشتاق تھے۔ جب محبت سچی اور گہری ہو تو حجاب اٹھ جاتے ہیں اور فاصلے مٹ جاتے ہیں۔ چاہنے والا اپنے محبوب کی آغوش میں چلا گیا۔

مکہ مکرمہ کی نورانی فضائیں تھیں، حرم کی پاکیزہ ہوائیں تھیں، پیر کی سہانی صبح کی مبارک ساعتیں تھیں جب عقیدت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مندوں کا ایک قافلہ والہانہ انداز میں سفید لباس میں ملبوس شہزادے کو تخت پر اٹھائے تیز قدموں کے ساتھ حرم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ فجر کی اذان ہونے میں ابھی خاصی دیر باقی تھی لیکن حرم میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ لاکھوں حاجی صفیں بنائے عبادت میں مصروف تھے۔ لیکن اس قافلہ کو کچھ فکر نہ تھی۔ اس شہزادے کا احترام ہی ایسا تھا کہ نگاہ پڑتے ہی لوگ احترام سے پیچھے سمٹ جاتے اور راستہ صاف ہوجاتا، یہاں تک کہ حرم میں پہنچ کر انتہائی احترام سے اس تخت کو عقیدت مندوں کے کندھوں سے اتار کر مقدس فرش پر رکھ دیا گیا۔ نمازِ فجر کے بعد نمازِ جنازہ کا اعلان ہوا۔ لاکھوں فرزندانِ اسلام اس شہزادے کے حق میں دعا کرنے اور اسے دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے اپنے رب کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ لمحات کیا تھے جب حرم کی حدود کا ذرہ ذرہ اس رخصت ہوتے ہوئے شہزادے کی شان پر رشک کر رہا تھا۔ دوستوں کے لیے یہ نماز ماضی کی حسین یادوں، پر کیف جذبات اور جُدائی کے احساسات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نماز کے بعد مسجد میں موجود ہر شخص شہزادے کی سواری کو اپنے کندھے پر اٹھانے کے لیے بے قرار تھا، جب کہ یہ شہزادہ دولھا کی طرح چہرہ چھپائے ہمیشہ جیسی میٹھی اور دھیمی مسکراہٹ لیے اپنی آخری آرام گاہ کی طرف سفر شروع کر چکا تھا۔ حرم کی وہ ہوائیں جو روز خانۂ کعبہ کا طواف کرتی تھیں، وہ اُس کے سفید پاکیزہ لباس کے بوسے لے رہی تھیں جیسے اس خوش نصیب کو الوداع کہہ رہی ہوں۔ جنت المعلیٰ کی عظیم آرام گاہ، جہاں اُس کی پھولوں کی سیج جیسی لحد تیار تھی، مرحبا مرحبا یا سید!! کہہ کر پکار رہی تھی۔

ڈاکٹر عبداللہ مطرفی، ایک سعودی پروفیسر اس مقام پر کہتے ہیں:

''بخاری میرے لیے قابلِ رشک ہے یہ مکہ سے محبت کرتا تھا اور مکہ اس سے۔ کیونکہ مکہ جس سے محبت نہ کرے وہ یہاں دفن نہیں ہوسکتا۔ کاش میرا جینا اور مرنا بخاری جیسا ہو۔''

© rasailojaraid.com